



آج کی بزمِ عجمی پر احمد علی کے نام

عزیز قارئین پاکیزہ! حسب وعدہ ہم ان صفحات پر آپ کی ملاقات ہم سب کی دل پسند اور ہر عزیز راسخ عمیرہ احمد سے کروا رہے ہیں۔ پاکیزہ میں سترہ ماہ تک چلنے والے عمیرہ احمد کے ناول ”عکس“ کے آغاز میں ہم نے معتمد کی جانب سے ابتدائیہ پیش کیا تھا اور ناول کے اختتام پر اختتامیہ بھی حاضر ہے اور ساتھ ساتھ آپ کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالوں کے جوابات بھی..... اس سنہری موقع

کسی بھی رائٹر کے لیے سب سے حوصلہ افزا بات یہ ہوتی ہے کہ اس کے پڑھنے والے اس کی ایسی تحریر کو سراہیں جو اس کے روایتی انداز تحریر سے مختلف ہو۔ جو تکنیک کے اعتبار سے مشکل ہو اور پڑھنے والوں کو دانستہ طور پر الجھانے کی کوشش کے ساتھ لکھی گئی ہو..... اور جو ان کرداروں پر فوکس کر رہی ہو جو ڈائجسٹ پڑھنے والوں کے پسندیدہ کردار بنتے ہیں نہ ہی ان سے کوئی انسپائریشن ہے..... ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ رویا جاتا ہے ہمدردی یا ترس محسوس کیا جاتا ہے یا جھرجھری لے کر صفحہ پلٹ دیا جاتا ہے..... عکس ایک ایسے ”مظلوم“ کردار کی کہانی تھی جس کی زندگی کی جدوجہد صرف لڑکیوں کے لیے نہیں بلکہ ایسے حالات سے گزرنے والے بہت سے لڑکیوں کے لیے بھی قابلِ رشک اور inspiring تھی۔

child abuse ہمارے معاشرے کی ایک بہت سفاک حقیقت اور سنگین مسئلہ ہے جس سے ہر دوسرا گھر متاثر ہو رہا ہے۔ عکس اسی ایٹو کو فوکس کرنے والی ایک تحریر ہے۔ اس ایٹو پر اس سے پہلے بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا رہا ہے لیکن عکس میں..... کسی کی زندگی کیسے خراب ہوئی، کس نے کی، کیوں کی اور اس حادثے کے اثرات کیا ہوئے..... کے بجائے..... اب کیا کیا جائے..... پر فوکس کیا گیا۔ ایک بہت ہی مشہور امریکی ناولسٹ Ernest Hemingway نے اپنے ایک ناول میں کہا تھا۔

"Man is not made for defeat . A man can be destroyed, but not defeated"

میرا خیال ہے انسان کی زندگی کے حادثات اور اس کی اپنے حالات کو دوبارہ بہتر کرنے کی جدوجہد کو اس سے زیادہ بہتر جملے میں نہ بتایا جاسکتا ہے نہ سمجھایا جاسکتا ہے۔ یہ کہانی بھی اسی انسانی ہمت اور جرات کے گروہ نمونہ ہے جو بار بار گر کر بار بار اٹھنے کے عزم اور ارادے کو دکھاتی ہے۔

کسی بھی انسان کی زندگی صرف ایک حادثے سے کبھی تباہ نہیں ہوتی، نہ کی جاسکتی ہے وہ متاثر ہو سکتی

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے بھی عمیرہ احمد سے بہت سی باتیں کیں جو آپ کے لیے حاضر ہیں۔

یہاں ایک بات کی وضاحت کرتے چلیں چونکہ ناول سے متعلق سوالات اور وضاحتوں کے باعث صفحات کی طوالت سامنے تھی لہذا ہم نے عمیرہ احمد کا Exclusive Interview کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھا ہے جس کا عمیرہ نے ہم سے ”پکا وعدہ“ کیا ہوا ہے سوا بھی آپ اپنے سوالوں کے جوابات ملاحظہ فرمائیے اور ساتھ ہی عمیرہ کی جانب سے اپنے ”پاکیزہ“ کے لیے خوب صورت جذبات کا اظہار بھی عمیرہ احمد کا تفصیلی انٹرویو بھی ضرور آپ کے لیے جلد ہی لے کر آئیں گے، انشاء اللہ۔

ملاحظہ فرمائیں عمیرہ احمد کی وضاحتیں

پاکیزہ میں شائع ہونے والا میرا پہلا سلسلے وار ناول عکس سترہ ماہ کی طویل مدت کے بعد بالآخر دسمبر 2012ء میں اختتام پزیر ہوا۔ اس ناول کے حوالے سے بہت سے سوالات پاکیزہ کے قارئین کے ذہنوں میں ابھرتے رہے اور ان سے زیادہ سوالات فیس بک پر موجود میرے ایک page پر تقریباً 65 ہزار کے قریب قارئین کے ذہنوں میں ابھرتے رہے۔ ان صفحات کے ذریعے میں نہ صرف ان سوالات کا جواب دینے کی کوشش کروں گی جو پاکیزہ کے قارئین نے مجھ تک پہنچائے بلکہ ان اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش بھی کروں گی جو عکس کے بارے میں مجھ تک براہ راست پہنچے۔ اس ناول کے اختتام پر ان صفحات کے ذریعے میں پاکیزہ کے قارئین سے تھوڑی بہت گپ شپ بھی کرنا چاہتی ہوں جن کے بارے میں، میں پہلے بہت زیادہ نہیں جانتی تھی لیکن اب آہستہ آہستہ جان رہی ہوں۔ مجھے امید ہے اس رابطے کے ذریعے ہم بہت سے ایٹوز کے حوالے سے ایک دوسرے کے موقف اور خیالات سے زیادہ بہتر واقفیت حاصل کر سکیں گے۔

آپ کے سوالات کی طرف جانے سے پہلے عکس کے بارے میں کچھ باتیں میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتی ہوں۔

وہ اے بزم میں....

لڑکیوں کے خطوط اور ای میلز موصول ہوئے ہیں جس میں وہ اپنے بچپن میں پیش آنے والے اسی نوعیت کے واقعات کا ذکر عجیب احساس جرم اور تکلیف کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس کہانی کو لکھنے کی تحریک بھی ایسے ہی خطوط کی وجہ سے ہوئی اور عکس کی اشاعت کے دوران مجھے درجنوں ایسی ای میلز ملیں جن میں بہت سے لوگوں نے اپنے بچوں یا خود اپنے ساتھ اپنے بچپن میں پیش آنے والے واقعات شیئر کیے۔ ایسی ای میلز پڑھنا بہت تکلیف دہ کام ہے مگر میں ان تمام قارئین کا بہت شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے پاکستان کے اندر سے اور پاکستان سے باہر سے بار بار مجھے ای میلز کر کے child abuse کے ایشو پر لکھنے کے لیے مجبور کیا۔ میں امید کرتی ہوں میری یہ چھوٹی سی کوشش بہت زیادہ نہیں تو چند زندگیوں کو تاریکی میں بھٹکتے رہنے سے ضرور بچالے گی۔

اب آپ کے بھیجے ہوئے سوالات کی طرف چلتے ہیں۔ پاکیزہ ڈائجسٹ کے ایڈیٹرز نے بھی میرے لیے کچھ سوالات بھیجے ہیں جس کا جواب میں اگلی کسی نشست میں دوں گی۔ اس بار صرف عکس اور عکس سے متعلقہ آپ کے سوالات اور اعتراضات.....

☆ عظمیٰ خورشید..... لاہور

سوال پوچھنے کے لیے بہت شکریہ۔
یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ میرے بارے میں اچھا گمان رکھتی ہیں جہاں تک نیک فطرت یا کھلے دل کا ہونے کی بات ہے یہ میرے بجائے دوسرے لوگ زیادہ بہتر بتا سکتے ہیں جن کا مجھ سے واسطہ پڑتا ہو۔ میں اپنی خامیوں کے بارے میں اکثر غور کرتی رہتی ہوں، خوبیاں میں ہمیشہ دوسروں کی دیکھتی ہوں۔

☆ سمیرا حمید فاروقی..... کراچی

آپ کے سوال کے لیے آپ کا شکریہ۔

ہے لیکن زندگی کے ساٹھ یا ستر سالوں کو صرف ایک بار کے ایک بڑے حادثے کے اثرات میں نہیں گزارا جاسکتا اور نہ گزارا جانا چاہیے۔ ہم جب بھی ایسی کہانیاں لکھتے ہیں ہم لاشعوری اور نادانستگی میں ظالم کے بجائے مظلوم کو عبرت کا نشان بنا دیتے ہیں۔ میں نے کوشش کی ہے عکس میں ایسا نہ ہو اور میرا خیال ہے میں اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب رہی ہوں۔

یہ چند صفحات لکھنے کا مقصد اس مسئلے کی طرف آپ کی توجہ دلانا اور ماں باپ کے طور پر آپ کو اس مسئلے کی سنگینی کا احساس دلانا ہے۔ مجھے بہت دفعہ بہت اعلیٰ اداروں میں پڑھنے والے نوجوان لڑکے،



بالکل بڑھ سکتی تھی بلکہ بہت آرام سے بڑھ سکتی تھی۔ میں بہت عرصے کے بعد سلسلے وار ناول لکھ رہی تھی اور مجھے کہانی کی طوالت کا اندازہ نہیں تھا، ہر مہینے باقاعدگی سے سترہ ماہ لکھنا ایک بہت مشکل کام بن گیا تھا کیونکہ اس مدت کے دوران دوبار مجھے بیرون ملک جانا پڑا اور چار پانچ بار اندرون ملک سفر کرنا پڑا وی کی مصروفیات بھی بار بار آڑے آتی رہیں۔ میرا اندازہ تھا آٹھ دس اقساط میں کہانی مکمل ہو جائے گی لیکن کہانی کا پھیلاؤ میرے لیے بھی کچھ پریشانی کا باعث بن گیا تھا اور شاید اسی پریشانی میں، میں نے بہت سارے چیپٹرز کو جان بوجھ کر نظر انداز کر کے کہانی کو مختصر کیا۔ فیروز سنز عکس کی اشاعت میں معروف ہیں اور میں کوشش کروں گی کہ آخری قسط میں مختصر کی جانے والی چیزوں کو اس میں کچھ تفصیل سے بیان کر سکوں لیکن یہ بھی بھی ممکن ہو سکے گا جب کچھ فرصت ملے۔

☆ شازیہ جمال..... کراچی۔

آپ کے سوال کے لیے بہت بہت شکریہ۔ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں عکس کا کردار واقعی بہت خوب صورت ہے اور میں ہی نہیں کوئی بھی اس کے کردار سے متاثر ہو سکتا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ کو اس تخیلاتی کردار میں حقیقت جھلکتی نظر آئی۔ میں نے عکس کو تو نہیں دیکھا لیکن میں نے آپ لوگوں کے برعکس عکس جیسی بہت ساری لڑکیوں کو دیکھا ہے، ان سے ملی ہوں یا ان سے ایک قاری کے طور پر متعارف ہوں۔

☆ مسزنز ہت اشفاق..... کراچی

آپ کے سوال کا شکریہ۔

مجھے خوشی ہے کہ آپ اس تحریر کے مقصد کو سمجھ پائیں۔ آپ نے جو سوال کیا اس کا جواب کچھ سوالوں میں ہے۔ عکس جیسی لڑکیاں کہاں ہیں؟ اگر ہمارے معاشرے میں ایسی لڑکیاں ناپید ہیں تو کیوں ہیں؟ اور اس سے بھی بڑا سوال یہ ہے کہ ہماری مائیں اپنی بیٹیوں کو عکس جیسا کیوں نہیں بنا سکتیں؟ یہ آپ کے سوال کا آدھا جواب ہے

آپ کے سوال کا باقی جواب اس انٹرویو میں کچھ اور تحریر کو دیے گئے جوابات میں موجود ہے۔

☆ مدحت..... لاہور

آپ کے سوالات کے لیے آپ کا شکریہ۔ عکس ہم ٹی وی پر آئے گا کیونکہ اس کی ڈرامائی تشکیل کے حقوق مومنہ درید کے پاس ہیں۔ کب آئے گا اس کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی کیونکہ میں نے الحال اس کنفیوژن کا شکار ہوں کہ میں عکس کی ڈرامائی تشکیل کروں یا نہ کروں۔

☆ عذرا بیگ..... لاہور

آپ کے سوال کا شکریہ۔ آپ کی رائے محترم ہے لیکن میرا خیال ہے شہر بانو کا کردار اتنا ہی تھا جتنا ہونا چاہیے تھا۔ چھوٹا نہیں ہو سکتا تھا کسی بھی لڑکی ایٹکل میں سب سے مشکل کام تینوں کرداروں کے درمیان توازن رکھنے کا ہے اور میں نے بھی اسی تناسب و توازن کا خیال رکھا..... میرے بہت سے قارئین ایسے بھی ہیں جنہیں عکس سے زیادہ شہر بانو کا کردار اچھا لگا اور ان کی سازی ہمدردیاں اس کے ساتھ ہیں شروع سے آخر تک۔

☆ مسزنز الباقہ وقار..... راول پنڈی

سوالات کے لیے شکریہ.....

میں آپ سے بالکل اتفاق کرتی ہوں کہ ٹی وی میرے ناظر اس طرح کا اثر نہیں چھوڑ پاتے جس طرح کہ کتاب میں چھوڑتے ہیں، یہ مسئلہ صرف میرے ناظر کے ساتھ نہیں ہے۔ دنیا کی ہر اس کتاب کے ساتھ ہے جسے قاری یا ٹی وی پر ایک دوسری شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کتاب ایک قاری کو یہ آزادی دیتی ہے کہ وہ کرداروں اور کہانی کو اپنے imagination کے مطابق سوچے اور بنائے۔ ٹی وی آپ کی وہ آزادی چھین کر آپ کو ایک دائرے میں قید کر دیتا ہے کہ آپ ایسے سوچیں اور ایسے دیکھیں۔ آپ کے تصور کی آنکھ آسمان پر پرندے کی پرواز جیسی ہے اور کمرے کی آنکھ ہوائی جہاز کے اندر بیٹھ کر

وہ اپنے بزم میں....

☆ صائمہ سلیم..... فیصل آباد

تعریف اور سوال دونوں کے لیے شکریہ۔
 کاش میں چہرے پڑھنے کی ماہر ہوتی..... لیکن
 شاید یہ اچھا ہے کہ انسان ہر چہرہ پڑھ سکتا ہے نہ ہر
 انسان کے بارے میں صحیح اندازہ لگا سکتا ہے..... اگر یہ
 صلاحیت ہمیں حاصل ہوتی تو دنیا میں کسی انسان کا کوئی
 دوست اور رشتے دار نہیں ہوتا، ہم سب ایک دوسرے کی
 نیقوں کے حال دیکھ اور پڑھ کر دوبارہ ایک دوسرے
 سے ملنا بھی نہ چاہتے۔ مجھے چہرے پڑھنے میں کوئی
 کمال حاصل نہیں ہے لیکن میں لوگوں کے احساسات
 سمجھ سکتی ہوں۔ وہ کوئی بھی دردِ دل رکھنے والا شخص
 جان سکتا ہے تو یہ بھی کوئی خاص خوبی نہیں ہے۔
 ایک رائٹر کے طور پر میں ہمیشہ یہ سمجھتی ہوں کہ
 میں gifted ہوں۔ وہ سارے لوگ جنہیں کوئی
 talent اس طرح سے ملتا ہے تو اس میں ان کا اپنا
 زیادہ کمال اور محنت نہیں ہوتی وہ بہت سی چیزیں نہیں
 کر پاتے اور کر جاتے ہیں لیکن وہ کبھی یہ بتا نہیں
 سکتے کہ وہ یہ کیسے کر پائے ہیں، یہ بالکل ایسا
 ہے جیسے ایک کھانا پکانے والا ہر چیز تاپ
 تول کر ڈالتا ہو اور پھر بھی کوئی نہ کوئی کمی
 رہ جاتی ہو اور ایک دوسرا شخص بس
 اندازے سے سب کچھ ڈالے
 اور ہر بار اس کا اندازہ ٹھیک
 لگتا ہے تو یہ علامت اس
 talent کا حصہ ہے
 جو اللہ تعالیٰ نے
 مجھے عطا کیا
 ہے۔

ہوا کے برابر ہے۔
 کے بارے میں ابھی کچھ طے نہیں ہوا لیکن
 میں پوری کوشش کروں گی کہ آپ اور دوسرے
 نجات پر اس کی ڈرامائی تشکیل پوری اترے۔



☆ صدف قریشی ہری پور ہزارہ

آپ کی تعریف کا شکریہ۔

میں زندگی میں بہت اچھے اور بہت قابل انسانوں سے مل چکی ہوں اور عکس میں موجود کرداروں سے تو میں نہیں ملی لیکن مجھے لگتا ہے میں بھی نہ بھی ان کرداروں سے بھی مل لوں گی..... کیونکہ میرے ساتھ بہت بار ایسا ہوا ہے کہ میں اپنی کہانیوں کے کچھ کرداروں سے کہانیاں شائع ہونے کے کئی سال بعد ملی ہوں۔ کہانیوں کا ہر فرضی اور تخیلاتی کردار دنیا میں کہیں نہ کہیں موجود ہوتا ہے..... ہر واقعہ ہر پھوٹیشن اور ہر جملہ کسی نہ کسی کی زندگی کی بازگشت ہوتی ہے۔ رائٹرز ان بازگشتوں کو اکٹھا کر کے جوڑتے اور ایک پوری کہانی بنا کر آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں..... بالکل ایسے جیسے پاکستان میں آسبل ہونے والی گاڑی کے تمام پرزے دنیا کی مختلف جگہوں پر مختلف فیکٹریز میں بننے ہیں لیکن وہ گاڑی پاکستان میں ایک مکمل شکل میں آپ کے سامنے آتی ہے۔

اس لیے میں ہمیشہ یہ یقین رکھتی ہوں کہ جو بھی ہم لکھ رہے ہوتے ہیں وہ ہمارے لیے جھوٹ بھی ہو تب بھی کسی نہ کسی کی زندگی کا سچ ہوتا ہے۔

☆ عظمیٰ آفاق سعید..... کراچی

آپ کی تعریف اور گلابوں دونوں کا شکریہ۔

درنجات انشاء اللہ جون یا جولائی میں آپ لوگ پڑھ سکیں گے۔ میں اس دفعہ مکمل ناول کی شکل میں اسے تین یا چار قسطوں میں آپ تک پہنچانا چاہتی ہوں کیونکہ سلسلے وار ناول میرے لیے ہمیشہ سے ایک مشکل کام رہا ہے تو میں چاہتی ہوں اس بار اپنی اس مشکل کو تھوڑا آسان بنالوں۔

☆ فیروزہ بیگم..... کراچی

آپ کے سوال کا شکریہ۔

نہیں..... بالکل بھی نہیں..... میں نے آج تک اپنی کسی تحریر میں کسی انگلش یا اردو ناول کا کوئی آئیڈیا یا پھوٹیشن، کردار یا ڈائیلاگز استعمال نہیں کیے۔ یہ کام رائٹر تب کرتا ہے جب یا تو اس کے پاس اپنے آئیڈیاز نہ ہوں یا

اسے اپنے آئیڈیاز کے معیاری ہونے پر یقین نہ ہو۔ کسی دوسرے کی تحریر سے بے حد مرعوب ہو، مجھے ان تجربے میں سے کوئی مسئلہ نہیں ہے اگر کبھی میں کسی انگلش تجربے سے اس حد تک متاثر ہوئی کہ میں نے اس سے ملتی جلتی تحریر لکھنی چاہی تو میں باقاعدہ بتا کر لکھوں گی اور نہ صرف ڈائجسٹ میں آپ لوگوں کو اس کے بارے میں بتاؤں۔ بلکہ کتاب کی شکل میں اس کی اشاعت کے وقت بھی۔ بتاؤں گی کہ وہ کس تحریر سے انسپائرڈ ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ ہر رائٹر پر یہ اخلاقی ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے قارئین کے ساتھ دیانتداری برتے۔

2008ء میں، میں نے ہم ٹی وی کے لیے ایک

سیریل کیا تھا the ghost کے نام سے۔ وہ ایک انگلش ناول سے انسپائرڈ تھا اور چینل کی مرضی نہ ہونے کے باوجود میں نے اس کا نام تبدیل نہیں کیا تھا۔ ہم ٹی وی پر پیش ہونے والا وہ پہلا سیریل تھا جس کے کریڈٹس میں انہوں نے انگلش ناول سے ماخوذ شدہ کے الفاظ میرے اصرار پر شامل کیے تھے۔ اس سے پہلے ہم ٹی وی پر پیش ہونے والے وہ تمام ڈرامے جو انگلش ناول سے ماخوذ ہوتے تھے ان کو original story کے طور پر ہی پیش کیا جاتا تھا۔

2007ء میں، میں نے ٹی وی ون پر ایک

پاکستانی رائٹر یا سرشاہ کے ناول shrine کو ٹیلی فلم کی شکل میں پیش کیا تھا تب بھی یا سرشاہ کا نام بھی دیا گیا اور ٹیلی فلم کا نام بھی shrine ہی رکھا گیا تھا۔

آج کل جیو پر ڈپٹی نذیر احمد کے ناول مرآۃ العروس سے ماخوذ میرا ایک سیریل چل رہا ہے۔ اس کا نہ صرف نام مرآۃ العروس رکھا گیا ہے بلکہ اسے ڈپٹی نذیر احمد کے نام کیا گیا ہے۔

میں نے اس سوال کا جواب اس لیے بہت تفصیل سے دیا ہے کیونکہ میں سمجھتی ہوں قارئین کے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے۔ آپ لوگوں کو عکس تھوڑے انگلش کردار اور کہانی انگلش ناول جیسی اس لیے لگ رہی ہے کیونکہ

قاری کو بات کا مفہوم تو ایک طرف بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ میں ویسے بھی پاپولر فلشن لکھتی ہوں اور ایک پاپولر فلشن رائٹر اور ادب تخلیق کرنے والوں کا باہمی موازنہ مناسب نہیں نہ ہی کوئی مماثلت ڈھونڈنی چاہیے۔

☆ ماہرہ کپور، شکیلہ یاسمین..... چکوال
آپ سب کا بہت شکریہ کہ آپ عکس کو پسند کرتے ہیں۔ پاکیزہ میں اور بھی بہت اچھی تحاریر ہیں، آپ ان کو بھی پڑھیں آپ بہت کچھ سیکھ سکیں گی۔

☆ صائمہ اکرم..... اسلام آباد
آپ کے سوال کا شکریہ۔ کسی حد تک غیر حقیقی کہہ سکتے ہیں آپ اس اختتام کو..... بلکہ ہر پپی اینڈنگ کسی نہ کسی حد تک غیر حقیقی ہوتی ہے۔ کم از کم ان کہانیوں میں جو ڈائجسٹ میں شائع ہوتی ہیں۔ کیا ایک عورت اپنی سوکن کو برداشت کر سکتی ہے؟ ہمارے معاشرے کی عورت بہت کچھ برداشت کرتی ہے۔ کیا اولاد کے لیے عورت مرد کو دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتی؟ کیا وانی ہونے والی عورتیں سوکن بن کر نہیں جاتیں؟ کیا صرف بیٹیاں پیدا کرنے والی عورتیں نبض دفعہ طلاق سے بچنے کے لیے خود شوہر کی دوسری شادی نہیں کروادیتیں؟ یہ اسلام کی ایک گنجائش ہے اور مسلمان معاشروں میں یہ گنجائش مختلف حالات میں آج بھی استعمال ہو رہی ہے۔ آپ نے اپنے آس پاس ایسی عورتیں بھی دیکھی ہوں گی جنہوں نے اپنے شوہروں کو بیرون ملک نیشٹلی کے حصول کے لیے شادی کی اجازت دی ہوگی اور وہ یہ تمام مالی حالات کی تنگی سے بچنے کے لیے بہ خوشی کرتی ہیں۔ کسی بھی ناول کا اختتام ایک سے زیادہ طریقوں سے کیا جاسکتا ہے۔ عکس بھی کئی دوسری اینڈنگ کے ساتھ ختم ہو سکتا تھا۔ مجھے یہی اختتام مناسب لگا تو میں نے

ہمارے ڈائجسٹس میں عام طور پر ایسے کردار اور ایسی کہانیوں کی روایت نہیں ہے۔ ہماری زیادہ تر کہانیاں خاندانی نظام کے بارے میں ہوتی ہیں اور ان میں ایک جیسے کردار، واقعات اور ماحول ہوتا ہے اور وہ ایک ہی تکنیک سے لکھی جاتی ہیں جن میں کہانی الف سے شروع ہو کر یے تک جاتی ہے۔ عکس میں ایسا نہیں ہے۔ کہانی کی بُنت ایک پہلی کی طرح کی گئی ہے اور کہانی بار بار آگے پیچھے جاتی رہی۔ آپ کو "ش" پر پہنچ کر اس کو سمجھنے کے لیے واپس "ڈ" پر جا کر پہلے اس کو سمجھنا پڑا اور "ڈ" کا ایک حصہ "س" پر پہنچ کر سمجھ آیا..... تو یہ تکنیک انگریز اور امریکی رائٹرز کی تکنیک ہے۔ دنیا بھر میں اب نیا فلشن اسی طرح سمجھا پھرا اور الجھا کر لکھا جا رہا ہے اور اسی لیے دنیا بھر میں لکھا جانے والا پاپولر فلشن بہت زیادہ متنوع ہے جو بد قسمتی سے ہمارے یہاں نہیں ہے۔ تو اگر عکس اور انگلش پاپولر فلشن میں کوئی مماثلت ہے تو وہ کہانی لکھنے کی جدید تکنیک ہے جو میں نے صرف عکس میں استعمال نہیں کی بلکہ اپنے تقریباً تمام ناولز میں کی ہے۔

☆ صبا نور..... لیہ
آپ کی تعریف کے لیے آپ کا شکریہ۔ سوال جواب کا یہ سلسلہ پہلے ہی بہت طویل ہے۔ مجھے خاص طور پر ہدایت کی گئی ہے کہ سوالات کے جوابات طویل ہوں مختصر نہیں..... ورنہ بہت سے سوالات کا جواب ہاں یا نہیں سے بھی دیا جاسکتا تھا۔ اگر زندگی رہی تو کبھی کسی اور نشست میں ایک طویل انٹرویو بھی ہو جائے گا فی الحال آپ اس طویل سلسلے کو برداشت کریں۔

☆ سعدیہ سلیم..... آسٹریلیا
آپ کے سنائی الفاظ کے لیے آپ کا شکریہ۔ میں قرۃ العین حیدر کے انداز تحریر سے بالکل متاثر نہیں ہوں، وہ اردو ادب کے بڑے ناموں میں سے ایک ہیں لیکن وہ اس حد تک مشکل لکھتی ہیں کہ ایک عام

اسے اس طرح ختم کیا۔ میں اس کہانی کا اختتام ٹریجک نہیں کرنا چاہتی تھی۔ امید کے پیغام کے ساتھ ختم کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے میرے پاس آپشن کچھ محدود ہو گئے۔

☆ مسز مریم..... لاہور

اس ناول کو پسند کرنے کے لیے آپ اور آپ کی امی کا بہت شکریہ۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

☆ مسرت رانی خلیل..... کراچی

شکریہ.....!

شہر بانو ایک کمزور لڑکی کے طور پر اس ناول میں پیش کی گئی۔ ایک جذباتی، حساس اور کمزور لڑکی۔ اس کے والدین کی علیحدگی اور بچپن کے حالات نے اسے بہت زیادہ عدم تحفظ اور احساس محرومی دیا تھا اور عکس کے برعکس اس کی زندگی میں کوئی قادر فکر کوئی رول ماڈل نہیں تھا۔ جب آپ کی زندگی میں اس طرح کی تربیت کی کمی ہو تو پھر آپ تمام آسائشات کے باوجود زندگی کے کسی بھی مرحلے پر آنے والے کراسس کا سامنا نہیں کر سکتے۔ شہر بانو اور عکس کے درمیان تربیت کے فرق نے بہت سارے دوسرے فرق مناد دیے تھے۔

☆ فوزیہ خان..... جدہ

ناول کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔ میری کوشش رہے گی کہ میں آئندہ بھی ایسے ایٹھ پر کہانیاں لکھتی رہوں۔

☆ یاسمین رشید..... کراچی

شکریہ.....!

مجھے امید ہے کہ عکس جیسا کردار گھر گھر پڑا نہ بھی ہو تو چند گھروں میں ضرور آجائے گا اور زندگی تو ایک انسان کی بھی بن جائے تو کافی ہے۔

☆ ذکیہ ایوب..... کراچی

ناول کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔ اکثر لوگ

بولوں کے بارے میں شروع سے ہی تجسس کا شکار رہے ہیں۔ بولنے ناول میں ایک Symbol کی طرح استعمال ہوئے ہیں اور میں نے آخری قسط کے پہلے سین میں عکس اور مثال کے درمیان ہونے والی گفتگو کے علاوہ بھی چند اور جگہوں پر ان کے Symbolic کردار کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ ہمارا معاشرہ بہت توہم پرست ہے۔ ہم مافوق الفطرت چیزوں اور انسانی زندگی پر ان کے اچھے اور برے اثرات پر ضرورت سے زیادہ یقین رکھتے ہیں۔ خوش قسمتی اور بد قسمتی کے دو کھبوں کے درمیان بندھی رہی پر ایک طرف سے دوسری طرف پھسلتے زندگی گزار دیتے ہیں۔ عکس میں، میں نے انسانی نفسیات کے اس پہلو کا جائزہ لینے کی کوشش بھی کی ہے اور اس کے لیے بولوں کو استعمال کیا۔ ایک گھر جسے کسی حد تک آسیب زدہ سمجھا جاتا ہے اور وہ آسیب زدہ ہے بھی..... پھر اس گھر میں موجود بولوں کی وجہ سے اس گھر کے بارے میں بہت ساری کہانیاں بھی مشہور ہو جاتی ہیں جو انسانی نفسیات کا ایک اور پہلو ہے۔ کسی بھی بات کو بڑھا چڑھا کر رنگ آمیزی کر کے پیش کرنا..... چند انسانوں کے ساتھ پیش آنے والے چند واقعات کو دلیل بنا کر انسانوں، جگہوں، چیزوں کے بارے میں قیاس آرائیاں اور پیش گوئیاں کرنا کچھ لوگوں کو بولوں کی سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا چیز ہیں اور کیا وہ ہوتے بھی ہیں یا نہیں۔ بولنے جنوں ہی کی ایک قسم ہیں صرف ان کا قد و قامت مختلف ہوتا ہے اور قد و قامت کے فرق کی وجہ سے انہیں بولنے کہا جاتا ہے۔ جیسے دیو، بھوت، پریت، آسیب، چڑیل، پری، ڈائن بالکل اسی طرح بولنے بھی۔ عکس نے جو آسیب بولنے کی شکل میں دیکھا تھا اور وہ خوفزدہ ہو گئی تھی مگر اس کی زندگی کو اس خوفزدہ کرنے والے آسیب نے تکلیف نہیں پہنچائی تھی۔ وہ ایک انسان نے پہنچائی تھی جس کے اندر موجود شر کی آسیب کے شر سے زیادہ

☆ اختر شجاعت..... کراچی
آپ کی ستائش کے لیے بہت شکریہ۔ آپ اپنی
دعاؤں میں یاد رکھیں۔

☆ سیما مناف..... کراچی
سیما جی آپ کے دونوں سوالوں کے لیے آپ کا
شکریہ۔

پہلے سوال کا جواب تو میں پہلے ہی دے چکی
ہوں البتہ دوسرے سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لیے
میں نے اپنی تمام تحریروں کے بارے میں کچھ دیر سوچا
ہے۔ میری زیادہ تر کہانیاں اور کردار تخیلاتی ہیں۔
مجھے تخیلاتی کہانیوں اور کرداروں پر کام کرنا بہت
آسان اور دلچسپ لگتا ہے لیکن کچھ کہانیاں ایسی بھی
ہیں جو میں نے چند کرداروں سے متاثر ہو کر لکھیں،
کچھ کہانیاں ایسی بھی ہیں جو کچھ حقیقی واقعات پر لکھیں،
کچھ کہانیاں ایسی بھی ہیں جو کسی سے سننے والے ایک
شاعر اور یادگار جملے کی پیداوار ہیں۔ من و سلویٰ
2005ء میں خودکشی کرنے والی انڈین ہیروئن
پروین بوبی کے کردار سے متاثر ہو کر لکھی جانے والی
تحریکی سلا حاصل ایک نو مسلم انگریز عورت کے کردار
سے متاثر ہو کر لکھا گیا جس سے میں ایک بار ملی تھی۔
اب میرا انتظار کر ایک اخبار کی خبر سے متاثر ہو کر لکھی
جانے والی تحریکی، ہلال جرأت سیاجن میں پوسٹڈ
ایک فوجی کے ایک اخبار کو لکھے گئے شکایتی خط کو پڑھ کر
میں نے لکھی تھی۔ کچھ اور تحریروں میں بھی اسی طرح حقیقی
واقعات اور کرداروں پر لکھی گئیں لیکن میرے زیادہ
مشہور ہونے والے کردار اور ناول تقریباً سب کے
سب تخیلاتی ہی ہیں۔

☆ اجیہ فاروق..... کراچی
آپ کے تبصرے اور سوالات دونوں کا شکریہ۔
1۔ عورت اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جسے اس نے
مخلیق کے کام کے لیے منتخب کیا۔ عقل، علم اور صحت

بھینک اور ہولناک ہو سکتا ہے۔ عکس کے دوست
بونے تصور آتی تھے۔ وہ اس نے خود گھرے تھے ہم
سب کی طرح..... جو بچپن میں پتا نہیں اپنے ہی
تصورات میں کیا کیا چیزیں بناتے رہتے ہیں اور بعض
دفعہ وہ تصورات ساری زندگی ہمارے ساتھ چلتے
ہیں۔ میں اس گھر کے بونوں کو استعمال کر کے صرف
یہ دکھانا چاہتی تھی کہ انسان کا اپنا عزم اور حوصلہ ہر
myth اور گھرے گھڑائے قصوں کو جھوٹا کر دیتا
ہے۔ جن، بھوت، پریاں، بونے سب ہوتے ہیں
لیکن انسان اشرف المخلوقات ہے صرف اپنے علم اور
عقل کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے عزم اور ہمت کی وجہ
سے بھی۔

☆ ڈاکٹر کومل ستار..... جامشورو

آپ کے سوال کا شکریہ۔
بالکل ٹھیک..... مجھے خوشی ہے کہ آپ نے بالکل
صحیح اندازہ لگایا ہے کہ عکس کیوں میرا پسندیدہ کردار
ہے۔ اس نے اپنا حق ضرور لیا لیکن انتقام نہیں اور اس
نے مثال کو اس جہنم میں گرنے نہیں دیا جس میں سے
وہ خود گزر کر آئی تھی۔ اس کے باوجود کہ مثال اس شخص
کی نو اسی تھی جس نے اسے اس جہنم میں پھینکا تھا۔
☆ قمر النساء..... ہانگ کانگ
آپ کی ستائش اور حوصلہ افزائی دونوں کے
لیے شکریہ۔

☆ کرن سہیل..... کراچی

سوال پوچھنے کے لیے آپ کا شکریہ۔
نہیں عکس میں پیش کی جانے والی کہانی تو
تخیلاتی تھی لیکن میں پہلے بھی کسی سوال کے جواب
میں یہ بتا چکی ہوں کہ ایسے واقعات اب بہت عام
ہیں لیکن عکس جیسے کردار عام نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہیں
کوئی عکس مراد علی واقعی ہو بھی اور ہم اس وقت اس
سے واقف نہ ہوں۔

سمجھتی ہیں۔ رائٹر کی ذمے داری صرف تفریح فراہم کرنا نہیں ہوتی۔ اس کی تحریر میں اتنی گہرائی اور وسعت ہونی چاہیے کہ وہ پڑھنے والوں کو نہ صرف سوچے اور سمجھے گی کو کشش پر مجبور کرے بلکہ ان کی اپنی زندگی پر کچھ نہ کچھ اچھا اثر بھی ڈالے۔ بے مقصد تحریر رائٹر اور ریڈر دونوں کے وقت کا زیاں ہے۔

☆ اتم ایمان ڈیرا غازی خان
آپ کے سوالات اور دعاؤں کے لیے بہت

شکریہ۔
عکس کی اینڈنگ میں نے شروع سے ایسے ہی سوچی تھی۔ میں کبھی کسی کہانی کا انجام سوچے بغیر اسے لکھنا شروع نہیں کرتی..... البتہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ کہانی لکھنے کے دوران حالات و واقعات ضرورت کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔

آپ میری طرح لکھنے کی خواہش رکھنے کے بجائے مجھ سے بہتر لکھنے کا ٹارگٹ اپنے لیے رکھیں۔ اپنی ایک شناخت بنانے کا ٹارگٹ رکھ کر تحریر کے میدان میں قدم رکھیں۔ اچھا لکھنے کے لیے اخبار پڑھنا اور بہت زیادہ پڑھنا بہت ضروری ہے۔ حالات حاضرہ سے واقفیت بہت ضروری ہے۔ لکھنے کی پرنکٹس کرنا بہت ضروری ہے۔ اپنی لکھی ہوئی چیزوں کو rewrite اور edit کرنا بہت ضروری ہے۔

اور سب سے اہم چیز اپنی لکھی تحریر کے بارے میں پُر امید اور پُر اعتماد ہونا ہے۔ میں نے اپنے تحریری سفر میں کبھی کسی دوسرے رائٹر سے رہنمائی یا رائے نہیں لی۔ میں نے غلطیاں کر کے اپنے ہی کام کو اپنے زور بازو اور اپنے مشاہدے اور علم سے بہتر کرنا سیکھا اور جب آپ کوئی بھی کام اس طرح سیکھتے ہیں تو پھر آپ کو کوئی بچھا نہیں سکتا۔

☆ صدف کمال کراچی

آپ کے سوالات کے لیے شکریہ۔

جیسی نعمتوں کے ہوتے ہوئے کوئی بھی عورت بے چاری نہیں ہو سکتی..... مشکل حالات کسی کی بھی زندگی میں آسکتے ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں آج کی عورت بہت بہادر ہے اور یہ اس کی خوبی ہے۔ کسی زمانے میں بے چارگی کو خوبی بنا کر پیش کیا جاتا تھا تا کہ دوسری صنف میں ترس اور رحم کے جذبات بیدار کیے جاسکیں۔ ہو سکتا ہے پہلے زمانوں میں بے چارگی عورت کے کام بھی آتی ہو لیکن جس زمانے میں ہم ہیں اس میں بے چارگی انسان (مرد اور عورت دونوں) کو تماشہ بنانے کے علاوہ کچھ نہیں کرتی۔ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات کہا ہے صرف مرد کو اشرف المخلوقات نہیں کہا تو پھر ہم عورت کو مجبور، بے کس اور بے بس کیسے بنا کر پیش کر سکتے ہیں۔ میں سوچتی ہوں اب رائٹرز کو اپنی کہانیوں کی ہیروئن کی خوبیوں کو تبدیل کرنا پڑے گا۔

2۔ نرمی اور نسوانیت عورت کی شناخت اور طاقت ہے اور کوئی بھی عظیم عورت اپنی اس طاقت کو نہیں گنوائے گی۔

☆ ماہ پارہ تسنیم کراچی

آپ کے تبصرے کے لیے آپ کا شکریہ۔
آپ کی بات بالکل درست ہے عکس تکنیک کے اعتبار سے مشکل ناول تھا۔ عام کہانیوں کے پلاٹ کے برعکس اس میں کافی کنفیوژن تھی لیکن مجھے خوشی ہے کہ اس کے باوجود آپ سب لوگوں نے اسے پڑھنا اور سمجھنا نہیں چھوڑا۔

میں کوشش کروں گی کہ اگر عکس کی ڈرامائی تشکیل کے لیے درکار تمام لوازمات دستیاب نہ ہوں تو پھر اسے TV پر پیش نہ کروں تا کہ آپ لوگوں کو مایوسی نہ ہو۔

☆ ڈاکٹر آرزو عظیم کراچی

آپ کے تبصرے کے لیے شکریہ۔
مجھے خوشی ہے کہ آپ میری تحریروں کو اس قابل

وہ انے بزم میں....

1۔ خردین اور عکس دواہم ترین کردار تھے اس ناول کے۔ دونوں میرے پسندیدہ ہیں لیکن عکس مجھے اس لیے زیادہ پسند ہے کیونکہ اس نے مثال کے لیے جو قربانی دی وہ قربانی بڑی مشکل تھی۔ خردین نے جو محنت اور قربانیاں دیں وہ اپنے خون کے لیے تھیں۔ عکس نے دشمن کی اولاد کے لیے قربانی دی۔ اور یہ بہت مشکل کام ہوتا ہے۔

2۔ دونوں چیزوں کی اپنی اہمیت ہے۔ اور اس کے علاوہ لکھنے کی صلاحیت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ خالی مطالعہ اور مشاہدہ ہر رائٹر کو ایک بڑا رائٹر نہیں بنا سکتے اور نہ ہی ایک ریڈر کو رائٹر بنا سکتے ہیں۔ تو لکھنے کی بنیادی صلاحیت کا آپ کے اندر ہونا سب سے بنیادی شرط ہے۔

☆ مسز وقار، مسز احسن..... پنجاب شکر یہ!

تو ران کا مطلب دور و شنیں والا ہے۔ سوالات کے لیے شکریہ۔

1۔ کوئی انسان کامل نہیں ہوتا اور اس ناول میں بھی کوئی کردار کامل نہیں ہے کچھ میں خوبیاں زیادہ ہیں کچھ میں خامیاں۔

2۔ عکس مراد علی اپنی خامیوں کے باوجود اس کی مثال اس لیے دی جاسکتی ہے کیونکہ اپنی زندگی کے ساتھ ساتھ ایک دوسری زندگی بھی بجا سکی۔

3۔ کوئی ایک نہیں..... اس کہانی میں مختلف مواقع پر ہر کردار سے غلطیاں ہوئیں اور وہ دوسروں کے لیے قابل نفرت بنا..... لیکن کرداروں سے نفرت کرنے کے بجائے ان کی اس خامی سے نفرت کرنا

میں ہر مہینے قسط لکھا کرتی تھی لیکن میں کہانی پر غور و اہمیت کام ناول شروع ہونے سے بہت پہلے کر چکی تھی۔

☆ ڈاکٹر عبدالوہید..... راول پنڈی آپ کے سوالات کے لیے آپ کا شکریہ۔ میں ناموں پر بہت زیادہ ریسرچ نہیں کرتی نہ ہی میری یہ کوشش ہوتی ہے کہ بہت ہی مشکل اور منفرد نام رکھوں۔ میں کہانی اور اس کے plot اور اس میں دی جانے والی معلومات کے درست ہونے پر زیادہ توجہ دیتی ہوں۔ کہانی اچھی ہوگی اور کردار نگاری مضبوط تو آپ کو خردین نام کا شخص بھی یاد رہ جائے گا۔ کہانی بری ہوگی تو جاسم ابوزر بھی کسی کو یاد نہیں رہے گا۔

زیادہ تر نام جو میری کہانیوں میں استعمال ہوتے ہیں وہ میرے حلقہ احباب میں سے ہی ہیں۔ عکس لفظ مجھے بہت پسند ہے اس لیے میں نے اسے نام کے طور استعمال کیا اور پھر اس نام کی وجہ سے کہانی میں ایک قدر آدم آئینے کو بھی prop کے طور پر استعمال کیا۔

☆ رخسانہ..... پنجاب

شکر یہ۔

جی بالکل بڑھ سکتا تھا اور نہ بڑھانے کی وجوہات میں نے پچھلے کسی سوال کے جواب میں بتائی ہیں لیکن آپ کی محبت اور حوصلہ افزائی کے لیے احسان مند ہوں۔

☆ منیزہ نسیم..... راول پنڈی آپ کے سوالات اور تبصرے کے لیے شکریہ۔ اس سوال کا جواب آپ لوگوں کے پاس ہے۔

ہے بار بار جھٹکتا ہے لیکن بدلتا نہیں۔

سوالات کے اس سیشن کے اختتام پر چند باتیں میں پاکیزہ کے ایک عام قاری کی حیثیت سے کہنا چاہتی ہوں۔

میں اپنی ٹین ایج سے پاکستان میں شائع ہونے والے خواتین کے تقریباً تمام ڈائجسٹس پڑھ رہی ہوں اور ایک چیز جس نے مجھے ہمیشہ ایک عورت کے طور پر مایوس کیا ہے وہ ان ڈائجسٹس کے سرورق پر پیش کیا جانے والا عورت کا ایج ہے جو ہمیشہ زیورات اور میک اپ سے لدی پھندی ماڈلنگ کرتی ہوئی ایک عورت کا ہوتا ہے۔ پچھلے تیس، چالیس سالوں میں ڈائجسٹ کی کہانی کا معیار بھی بہتر ہوا ہے اور موضوعات میں تبدیلی اور تنوع کے ساتھ یکسانیت بھی ختم ہوئی ہے..... مکمل طور پر نہ سہی تو بھی بڑی حد تک..... لیکن اگر کسی چیز میں بہتری نہیں آئی اور اس کی یکسانیت ختم نہیں ہوئی تو وہ سرورق ہے جو آج بھی عید نمبر، نئے سال، سالگرہ نمبر اور دوسرے اہم مواقع پر سال کے بارہ شماروں میں سے آٹھ شماروں پر عورت کو دلہن کے طور پر پیش کرتا ہے۔

تیس، چالیس سال پہلے سرورق پر ایسی عورت کو پیش کرنا اس زمانے کے حساب سے یقیناً بولڈ بھی ہوتا ہوگا، نیا بھی اور معروضی حالات سے مناسبت رکھتا ہوا بھی..... کیونکہ عورت اس زمانے میں بھی بہت کم گھر سے نکلتی تھی۔ ورکنگ ویمن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی اور جو تھیں وہ ٹیچنگ اور میڈیسن جیسے روایتی پروفیشن میں تھیں..... پاکستان میں خواندگی کی شرح بہت کم تھی اور خواتین میں اس سے بھی کم..... تو سرورق پر ایک سنی سنوری یا دلہن بنی ہوئی عورت کو پیش کرنا مارکیٹنگ کی ایک اسٹریٹیجی تھی جو کامیاب رہی۔

تیس، چالیس سال بعد اب جب پاکستان اکیسویں صدی میں آگیا ہے اور جب عورتیں ٹیچنگ

اور میڈیسن جیسے روایتی پروفیشنز ہی میں نہیں بلکہ ان فیلڈز میں بھی اپنا لوہا منوا رہی ہیں جو کبھی مردوں کے کام سمجھے جاتے تھے۔ صرف شہروں میں ہی نہیں دیہات میں بھی عورتوں میں تعلیم حاصل کرنے اور گھر سے باہر نکل کر کام کرنے کا رواج بڑھ گیا ہے۔ آٹھ فورمز سے لے کر سول سروس اور میڈیا پروفیشنز سے لے کر مینجمنٹ کے اہم عہدوں تک عورت ہر جگہ کام کرتی نظر آ رہی ہے اور کامیابی سے کام کر رہی ہے شاپنگ مالز میں سیلز پرسنز سے لے کر فوڈ آؤٹ لیس تک اس کی نمائندگی اور موجودگی ہر جگہ ہے..... اور اس بدلتے ہوئے پاکستان کی اس فعال اور متحرک عورت کی نمائندگی اگر کہیں نہیں ہے تو وہ ان ڈائجسٹس کا سرورق ہے۔ وہ سوچ جواب ماں باپ عملی طور پر اپنی بیٹیوں کے ذہنوں میں ڈال رہے ہیں کہ عورت صرف ”چہرہ“ نہیں ہے ”ذہن“ بھی ہے..... اس سوچ کی نفی ان ڈائجسٹس کا سرورق کرتا ہے۔ بازار میں کسی ہاکر کے اسٹال پر لٹکا ہوا ڈائجسٹ آج بھی عورت کا صرف ایک ایج ہمارے معاشرے کے مرد کے سامنے پیش کرتا ہے..... ایک میک اپ زدہ سی جی سنوری، زیورات سے لدی پھندی، ناز و انداز دکھائی ہوئی عورت جو زیادہ تر دلہن کے روپ میں شرماتی ہوئی دکھائی دیتی ہے (یہ اور بات کہ ہمارے معاشرے میں اب دلہنیں بھی اس طرح نہیں شرماتیں)

وہ ایک بات جو سرورق کی یہ عورت ہماری لڑکیوں کو نہیں بتا پاتی وہ یہ ہے کہ بچنا سنور یا دلہن بننا زندگی کا صرف ایک دن ہے، زندگی کے باقی تمام دن عورت کے لیے بیوی، ماں، بیٹی، بہن اور معاشرے کے ایک فعال شہری کے طور پر صرف چیلنجز ہیں جس سے نبرد آزما ہوتے ہوئے وہ یہ بناؤ سنگار بھی کہیں بہت پیچھے رکھ دیتی ہے۔

بناؤ سنگار عورت کی grooming کا ایک حصہ ہے اور اس کی اہمیت صرف اتنی ہی ہونی چاہیے

خدمات اور جانفشانی سے زندگیاں بچانے جیسے معجزے کر رہی ہے اس پائلٹ کو پیش کرے جو اتر فورس میں خواتین کی شمولیت کے دوسرے چوتھے سال سوڈا آف آئر جیت لیتی ہیں، یہ سب بھی ”چہرے“ ہیں میک اپ کے بغیر والے لیکن شناخت بنانے والے اور رکھنے والے متاثر کرنے والے۔

اور آخر میں تشکر کے چند الفاظ مسز عذرا رسول کے لیے جنہوں نے پاکیزہ میں میری آمد کو آسان بنایا اور جو اختلاف رائے کو سننے اور برداشت کرنے کا بہت حوصلہ رکھتی ہیں۔

میں مسز انجم انصار اور مسز نزہت امیر کی بھی ذہل سے مشکور ہوں جن کا تعاون مجھے ہر قدم پر رہا اور آخر میں خاص طور پر مسز آمنہ حماد اور ان کی اس ٹیم کی شکر گزار ہوں جنہوں نے قسط بھیجنے کی تاخیر کو اپنی جانفشانی اور محنت سے کور آپ کرتے ہوئے میری کوتاہیوں کو نظر انداز بھی کیا اور چھپایا بھی۔

آپ سب کا ایک بار پھر شکریہ

☆☆☆

عزیز ساتھیو! عیسرہ احمد کی اتنی تفصیلی وضاحتوں کے بعد آپ کی ذہنی تفسلی کسی حد تک تو ضرور دور ہوئی ہوگی۔ اور ہمارے رسالے کی بہتری کے لیے عیسرہ احمد کے مخلصانہ مشورے یقیناً قابل قدر اور قابل غور ہیں۔ جن بہنوں کے خطوط دیر سے آنے کی وجہ سے شامل اشاعت نہ ہو سکے ان سے معذرت... امید ہے انہیں بھی ان صفحات میں ہی اپنے جواب مل گئے ہوں گے۔ انشاء اللہ اگلی بار کسی اور معزز ہستی کے ساتھ حاضر ہوں گے۔ خدا حافظ!

جنوں کے راستے یوں تو کٹھن سے لگتے ہیں مگر یہ راستے منزل تک نکلتے ہیں زمانہ ہر قدم پہ راہ روکنے والا عزائم پختہ ہوں جن کے وہ کب بھٹکتے ہیں

☆☆☆

لیکن اللہ تعالیٰ نے عورت کو صرف بناؤ سنگار کے لیے بہر حال پیدا نہیں کیا ورنہ ہمارے سامنے اُمتہات المؤمنین کی مثالیں نہ ہوتیں جو حضرت خدیجہ کی طرح بزنس کرتیں حضرت عائشہ کی طرح اور حضرت فاطمہ کی طرح علم اور تحقیق کے کام سے منسلک ہوتیں اور چند دوسری اُمتہات المؤمنین کی طرح سوشل ورک کرتیں اور مسلمان خواتین کے لیے رول ماڈل بنی نظر آتی ہیں۔

میں نے مسز عذرا رسول سے اس ڈیڑھ سال کے عرصے میں دو تین بار اس ایثو پر بات کی اور مجھے خوشی ہے کہ نہ صرف انہوں نے میری اس سوچ سے اتفاق کیا بلکہ اس ڈیڑھ سال میں پاکیزہ کے سرورق میں کچھ تبدیلیاں بھی کی گئیں، سر ڈھک کر رکھنے والی عورت بھی ایسی ہی ایک تبدیلی کے طور پر سرورق کا حصہ بنی۔ (یاد رہے پاکیزہ میں پہلے بھی ایسے سرورق لگتے رہے ہیں)

ایک قاری کے طور پر میری خواہش ہے کہ میں پاکیزہ کے سرورق پر پاکستان کی ان ممتاز عورتوں کو دیکھوں جو زندگی کے مختلف شعبوں میں کارنامے کرتی اور مثالیں قائم کرتی نظر آ رہی ہیں اگر بارہ شماروں کے سرورق پر اس عورت کی نمائندگی نہیں ہو سکتی تو کم از کم سال میں دو بار دو ایسی عورتوں سے ہی ہمارا تعارف کروادیں جنہوں نے ”چہرے“ کے بجائے ”ذہن“ سے اس معاشرے کو متاثر کیا تاکہ ریڈرز عکس مراد علی جیسے کردار پڑھنے کے بعد اپنے رائٹرز سے یہ سوال کرتے اور سوچتے نظر نہ آئیں کہ ایسی لڑکیاں کہاں ہوتی ہیں۔

ہمیں اب اپنی عورت کو نئے رول ماڈل دینے کی ضرورت ہے تاکہ ہم پاکستان میں ایک بہتر معاشرہ دیکھ سکیں۔ کوئی حرج نہیں اگر پاکیزہ اپنے سرورق پر اسے ماں کے عام ٹھیلے میں پیش کرے جس نے اپنے بچوں کو پڑھا لکھا کر اپنی فیلڈ کے نامور لوگ بنایا۔ اس ڈاکٹر کو پیش کرے جو اپنی